ختم نبوت اور حضرت نانوتویؒ

حجۃ الاسلام قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
پر اجرائے نبوت کے قائل ہونے کے الزام کی حقیقت

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا ادریس کاندھلویؒ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

شبانِ ختمِ نبوۃ

نام کتاب: ختم نبوت اور حضرت نانوتویؒ

جمع وترتیب: ابواحمد

صفحات: چالیس

تعداد: ایک ہزار

اشاعت اول: اکتوبر 2010ء

کمپوزنگ: ڈی زائن دہلی

قیمت: -/30روپے

فہرست

بیان حال

اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ ادیان میں سے اسلام آخری دین، آخری قانون سماوی اور آخری پیغام ہدایت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ آخری امت امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو عطا کیا ہے۔ اسلام نے امت مرحومہ کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ جب بھی کوئی فتنہ سر اٹھائے تو یہ امت دین کے پاسبانی کا فریضہ ادا کرتے ہوئے اس فتنے کی سرکوبی کرے۔ چنانچہ آغاز اسلام سے آج تک کوئی نہ کوئی خدائی دستہ دشمنان دین سے برسرپیکار نظر آتا ہے اور حدیث شریف میں ہے:

"یحمل هذا العلم من کل خلف عدوله ینفون عنه الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاهلین"

"ہر آئندہ نسل میں اس علم دین کے حامل ایسے عادل اور ثقہ لوگ ہوں گے جو ایسے غالیوں کی تحریف باطل پرستوں کے غلط دعوؤں اور جاہلوں کی تاویل سے پاک کریں گے۔"

اسی لیے ہر صدی میں بہت سے خوش نصیب، اعداء اللہ کے راستے پر آہنی دیوار بنے نظر آئے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کسی کو حفاظت دین کے لئے منتخب فرماتے ہیں تو اسے استعداد و صلاحیت اسباب و وسائل اور اسکے مناسب محنت کا میدان بھی مہیا فرماتے ہیں اور نہ صرف یہ بلکہ دشمن کی چالیں اور مکروفریب سے بھی پوری طرح آشنا فرما دیتے ہیں۔ بعض حضرات ایسے بھی گزرے ہیں کہ فتنے کے آغاز سے قبل ہی حق تعالیٰ ان کے قلم کے رخ کو

اس فتنے کے استحصال کی طرف پھیر دیا انہی خوش نصیب حضرات میں سے شیخ الاسلام قاسم العلوم حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ بھی ہے کہ ابھی فتنہ قادیانیت کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ختم نبوت کے عنوان پر بہت سی اچھوتی کتابیں لکھیں جن میں "تحذیر الناس" اپنے موضوع پر نہایت عجیب وغریب حقائق ومعارف اور نہایت دقیق اور عمیق علوم پر مکمل ایک انوکھی کتاب ہے آپ نے اس کتاب میں ختم نبوت کو جس انداز سے ثابت کیا بلا مبالغہ گزشتہ 13 صدیوں میں کسی نے اس خوب صورت انداز سے اس مسئلہ پر روشنی نہیں ڈالی ہے آپ نے اس کتاب میں باطل پرستوں کے تمام راستوں کو مسدود کر دیا لیکن اس کے باوجود مرزائی جس طرح قرآن کریم، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صوفیاء کی عبارات میں تحریف کر کے اپنے عقائد کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں ایسے ہی حجۃ الاسلام قاسم العلوم حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ کی کتاب تحذیر الناس سے مختلف ناتمام عبارات ماقبل اور مابعد سے حذف کر کے یہ کہتے ہیں کہ مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ بھی اجراء نبوت کے قائل تھے حالانکہ مولانا اسی کتاب میں منکر ختم نبوت کو کافر و مرتد کہتے ہیں لیکن افسوس کہ قادیانیوں کے ساتھ ساتھ بعض نادان مسلمان بھی یہی بہتان حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ پر لگاتے ہیں حالانکہ یہ بات دعویٰ سے کہی جا سکتی ہے کہ یہ معترضین "تحذیر الناس" کے دو ورق کو نہیں سمجھ سکتے حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ کے بارے میں یہ بات کہہ دی کہ حضرت اجرائے نبوت کے قائل تھے مولانا فرماتے ہیں میں جلسہ ختم ہونے پر تحذیر الناس لے کر ان کے پاس پہنچ گیا اور پوچھا کہ کیا آپ نے تحذیر الناس کا مطالعہ کیا ہے ان مولوی صاحب نے نہیں میں جواب دیا تو میں نے کہا کہ جب آپ نے کتاب نہ دیکھی نہ پڑھی تو اتنا بڑا بہتان کیوں لگا رہے ہیں یہ کتاب تحذیر الناس میرے پاس ہے آپ ذرا اس کے دو ورق مجھے سمجھا دیں اس پر وہ خاموش ہو گئے۔

مرزائی امت جن حضرات پر اجرائے نبوت کے عقیدے کا الزام لگاتی ہے علماء

امت نے ان حضرات کے اصل عقیدہ کو انہی کی کتابوں سے بڑی وضاحت کے ساتھ لکھا ہے لیکن ایک طبقہ اور گروہ باوجود ختم نبوت کے قائل ہونے کے اس بات پر مصر ہے کہ قاسم العلوم حضرت مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ اجرائے نبوت کے قائل ہیں اور مرزا قادیانی نے انہی کی عبارات کو دلیل بنا کر نبوت کا دعویٰ کیا ہے ان حضرات کا یہ معاملہ مولانا سے بغض کی وجہ سے ہے (کیونکہ مرزائی تو حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ کے علاوہ بھی بہت سے اکابر علماء کی عبارات میں قطع و برید کر کے ان پر بھی یہی الزام لگاتے ہیں بلکہ قرآن و حدیث کی نصوص قطعیہ میں تحریف کر کے اپنے باطل عقیدے کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن عجیب بات ہے یہ حضرات صرف مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ پر اپنے غصے کو نکالتے ہیں اور باقی حضرات کی طرف التفات ہی نہیں کرتے) اسی وجہ سے ضرورت اس بات کی تھی کہ قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ کا ختم نبوت کے بارے میں عقیدہ انہی کی کتاب "تحذیر الناس" سے واضح کیا جائے چنانچہ اس سلسلے میں بہت سے حضرات نے لکھا ہے۔ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ نے ایک رسالہ "مولانا محمد قاسم نانوتوی پر مرزائیوں کا بہتان وافتراء" مختصر مگر نہایت جامع لکھا ہے اور اسی طرح شہید اسلام حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ نے اس موضوع پر اپنے ایک رسالے مسئلہ ختم نبوت اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ میں بڑی وضاحت کے ساتھ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ کا عقیدہ بیان کیا ہے انداز تحریر علمی ہے لیکن عوام نے بھی اس سے بھر پور فائدہ اٹھایا ہے ہمیں یہ رسالہ میسر تھا اب بازار میں الگ سے نہیں ملتا اس لیے افادہ عام کے لیے اس کو چھاپ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے اللہ دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے اور موت تک علماء حق کے ساتھ جوڑے رکھے۔

امابعد: بندہ ناچیز محمد ادریس کاندھلوی کان اللہ لہ وکان ہو اللہ آمین۔ اہل اسلام کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ مرزائیوں کو اپنی گمراہی اور غلط عقائد کے ثابت کرنے کے لیے کتاب اور سنت اور اقوال صحابہ وتابعینؒ اور ائمہ دینؒ اور فقہاؒ اور محدثینؒ اور مفسرینؒ اور متکلمین کے کلام میں تو کہیں تل رکھنے کی گنجائش نہیں ملتی اس لئے یہ گروہ، حضرات اولیاء اور عارفین کے ناتمام اقوال قطع و برید کر کے عوام کے سامنے پیش کرتا ہے۔ تاکہ عوام ان حضرات اولیاء کی وجہ سے کچھ نہ کہہ سکیں۔ حالانکہ ان بزرگوں کا صریح عقیدہ جو عین قرآن وحدیث کے مطابق ہوتا ہے، وہ ان کی کتابوں میں مذکور ہوتا ہے اس کو یہ لوگ نقل نہیں کرتے البتہ بزرگوں کے ان مبہم اور مجمل کلام کو نقل کر دیتے ہیں کہ جو ان بزرگوں سے ایک خاص حالت سکر میں نکلا ہے۔ جو باتفاق علماء حجت نہیں۔ جیسا کہ منصورؒ نے ایک خاص بیخودی کی حالت میں انا الحق کہہ دیا۔ مگر جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو تائب ہوئے تو کیا کوئی عاقل منصورؒ کے انا الحق کہنے سے یہ استدلال کر سکتا ہے کہ ظلی اور بروزی الوہیت بندہ کو بھی مل سکتی ہے اور لا الہ الا اللہ کے معنی یہ ہیں کہ خدا کے سوا کوئی مستقل خدا نہیں ہوسکتا۔ البتہ ظلی اور بروزی خدا ہوسکتا ہے۔ حاشا وکلا یہ صریح کفر اور ارتداد ہے۔ اسی طرح "لا نبی بعدی" میں یہ تاویل کرنا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی مستقل نبی نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ظلی اور بروزی نبی ہوسکتا ہے یہ بھی صریح کفر اور ارتداد ہے۔

اسی سلسلہ میں آج کل مرزائی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ کا نام نامی لے رہے ہیں کہ معاذ اللہ مولانا محمد قاسم صاحب بھی خاتم الانبیاء کے بعد نئے نبی کا آنا جائز رکھتے ہیں۔ یہ مولاناؒ پر صریح بہتان اور افتراء ہے۔ اس بارہ میں حضرت مولاناؒ کا تحذیر الناس کے نام سے ایک مختصر رسالہ ہے۔ جو عجیب وغریب حقائق ومعارف اور نہایت دقیق اور عمیق علوم پر مشتمل ہے۔ ناظرین تو قصور فہم کی وجہ سے غلط فہمی میں مبتلا ہوئے اور زائغین اور ملحدین نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے اس رسالہ کی ناتمام عبارتیں، ماقبل اور مابعد سے حذف کر کے

لوگوں کے سامنے پیش کرنا شروع کر دیں۔ جس سے عوام اور سادہ لوح، تردد اور تحیر میں پڑ گئے۔ اس لیے بہ تقاضائے اصلاح یہ ضروری سمجھا کہ مولانا محمد قاسمؒ کے کلام کا خلاصہ سلیس عبارت میں پیش کر دیا جائے۔ تاکہ لوگ غلط فہمی سے محفوظ ہو جائیں۔ فاقول و باللہ التوفیق و بیدہ ازمۃ التحقیق و ھو الھادی الی سواء الطریق۔

خاتمیت ایک جنس ہے، جس کی دو قسمیں ہیں ایک زمانی اور دوسری رتبی۔ خاتمیت زمانیہ کے معنی یہ ہیں کہ حضور ﷺ سب سے اخیر زمانہ میں تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد مبعوث ہوئے اور اب آپ کے بعد قیامت تک کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ اور خاتمیت رتبیہ کے معنی یہ ہیں کہ نبوت و رسالت کے تمام کمالات اور مراتب حضور ﷺ کی ذات بابرکات پر ختم ہیں۔ اور نبوت چونکہ کمالات علمیہ میں سے ہے اس لیے خاتم النبیین کے معنی یہ ہوں گے کہ جو علم کسی بشر کے لیے ممکن ہے، وہ آپ ﷺ پر ختم ہو گیا۔ اور حضور ﷺ پر نور دونوں اعتبار سے خاتم النبیین ہیں۔ زمانہ کے اعتبار سے بھی آپ ﷺ خاتم ہیں۔ اور مراتب نبوت اور کمالات رسالت کے اعتبار سے بھی آپ ﷺ خاتم ہیں۔ اور مراتب نبوت اور کمالات رسالت کے اعتبار سے بھی خاتم ہیں۔ حضور ﷺ کی خاتمی فقط زمانی نہیں بلکہ زمانی اور رتبی دونوں قسم کی خاتمیت حضور ﷺ کو حاصل ہے۔ اس لیے کمال مدح جب ہی ہوگی کہ جب دونوں قسم کی خاتمیت ثابت ہو۔

مولانا محمد قاسمؒ صاحب فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی خاتمیت زمانیہ قرآن اور حدیث متواتر اور اجماع امت سے ثابت ہے۔ اور حضور ﷺ کی خاتمیت زمانیہ کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ رکعات نماز کا منکر کافر ہے۔ چنانچہ تحذیر الناس کے ص ۱۰ پر تحریر فرماتے ہیں۔

سو اگر اطلاق اور عموم ہے۔ تب تو خاتمیت ظاہر ہے۔ ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔ اور ہر تصریحات نبوی مثل انت منی بمنزلۃ ھارون من موسی الا انہ لا نبی بعدی او کما قال۔ جو بظاہر بطرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ چکا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی

منعقد ہو گیا۔ گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں۔ سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا۔ جیسا کہ تواتر اعداد رکعات فرائض، وتر وغیرہ، باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد رکعات متواتر نہیں۔ جیسا کہ اس کا منکر کافر ہے۔ ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔ انتہی کلامہ۔

اس عبارت میں اس امر کی صاف تصریح موجود ہے کہ خاتمیت زمانیہ کا منکر ایسا ہی کافر ہے جیسا کہ تعداد رکعات کا منکر کافر ہے۔

مولانا مرحوم، اس خاتمیت زمانیہ کے علاوہ حضور ﷺ کے لیے ایک اور معنی کر کے خاتمیت ثابت فرماتے ہیں۔ جس سے حضور ﷺ کا تمام اولین اور آخرین سے افضل و اعلم ہونا ثابت ہو جائے وہ یہ کہ حضور ﷺ پر نور، کمالات نبوت کے منتہی اور خاتم ہیں اور علوم اولین و آخرین کے معدن اور منبع ہیں۔ جس طرح تمام روشنیوں کا سلسلہ آفتاب پر ختم ہوتا ہے۔ اسی طرح تمام علوم اور کمالات کا سلسلہ حضور ﷺ پر ختم ہوتا ہے۔

معاذ اللہ، مولانا مرحوم خاتمیت زمانیہ کے منکر نہیں بلکہ خاتمیت زمانیہ کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں۔ لیکن اس خاتمیت زمانیہ کی فضیلت کے علاوہ خاتمیت رتبیہ کی فضیلت بھی حضور ﷺ کے لیے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ تاکہ حضور ﷺ کی تمام اولین اور آخرین پر فضیلت اور سیادت ثابت ہو اور خاتمیت زمانیہ اور رتبیہ میں فرق یہ ہے کہ خاتمیت زمانیہ کے اعتبار سے حضور ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا شرعاً محال اور ناممکن ہے اور خاتمیت رتبیہ کے اعتبار سے بفرض محال اگر حضور ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی مبعوث ہو۔ تو حضور ﷺ کی خاتمیت رتبیہ میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ بہر صورت آپ کمالات نبوت کے منتہی اور خاتم ہیں۔ آفتاب اگر تمام ستاروں سے پہلے طلوع کرے یا درمیان میں طلوع کرے، آفتاب کے منبع نور ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اسی طرح بالفرض اگر حضور ﷺ پر نور تمام انبیاء علیہم السلام سے پہلے مبعوث ہوتے یا درمیان میں مبعوث ہوتے تو آپ کے منبع کمالات ہونے میں کوئی فرق نہ آتا اور یہ فرض بھی

محض احتمال عقلی کے درجہ میں ہے۔ ورنہ جس طرح خاتمیت زمانیہ میں حضور ﷺ کے بعد نبی کا آنا محال ہے اسی طرح خاتمیت رتبیہ میں بھی آپ ﷺ کے بعد نبی کا آنا محال ہے۔ اس لیے کہ اگر انبیاء متاخرین کا دین' دین محمدی ﷺ کے مخالف ہوا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آئے گا۔ جو حق تعالیٰ شانہ کے اس قول۔ ماننسخ من آیۃ او ننسھانات بخیر منھا کے خلاف ہے۔ نیز جب علم ممکن للبشر آپ ﷺ پر ختم ہو چکا۔ تو آپ ﷺ کے بعد کسی نبی کا مبعوث ہونا بالکل عبث اور بے کار ہوگا۔ حاصل یہ نکلا کہ خاتمیت رتبیہ کے لیے خاتمیت زمانہ بھی لازم ہے۔

مولانا مرحوم کے نزدیک اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی مبعوث ہونا شرعاً جائز ہوتا۔ تو لفظ بالفرض استعمال نہ فرماتے۔ مولانا کا یہ فرمانا کہ بالفرض اگر آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی الخ یہ لفظ بالفرض خود اس کے محال ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ یہ بات محال ہے۔ کسی طرح ممکن نہیں۔ لیکن اگر بفرض محال تھوڑی دیر کے لیے اس محال کو بھی تسلیم کر لیا جائے۔ تب بھی حضور ﷺ کی خاتمیت رتبیہ اور آپ کی افضلیت اور سیادت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ یہ ایسا ہے۔ جیسے حضور ﷺ کا یہ فرمانا کہ لو کان بعدی نبی' لکان عمرؓ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتا۔ تو ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کا مقصود یہ نہیں۔ کہ آپ کے بعد نبی کا آنا ممکن ہے۔ بلکہ یہ بتلانا مقصود ہے کہ میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ بفرض محال اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا۔ تو عمرؓ ہوتا۔ اس ارشاد سے حضور ﷺ کی خاتمیت اور عمرؓ کی فضیلت ثابت کرنا مقصود ہے۔

اس کو اس طرح سمجھو کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر ایک چاند نہیں بلکہ ہزار چاند ہوں تب بھی ان سب کا نور آفتاب ہی سے مستفاد ہوگا۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ حقیقتاً ہزاروں چاند ہیں بلکہ مقصود آفتاب کی فضیلت ثابت کرنا ہے کہ آفتاب تمام انوار اور شعاعوں کا ایسا خاتم اور منتہا ہے کہ اگر بالفرض ہزار چاند بھی ہوں۔ تو ان کا نور بھی اسی سے مستفاد ہوگا۔

اس بالفرض ہزار چاند لکھنے سے آفتاب کی فضیلت دوبالا ہو جائے گی کہ آفتاب فقط اسی موجودہ قمر سے افضل نہیں۔ بلکہ اگر جنس قمر کے اور بھی ہزاروں افراد فرض کر لیے جائیں۔ تب بھی آفتاب ان سب سے افضل اور بہتر ہوگا۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی تمام افراد نبوت پر فضیلت اور برتری بتلانا مقصود ہے۔ خواہ وہ افراد ذہنی ہوں یا خارجی محقق ہوں یا مقدر ممکن ہوں یا محال۔ اور یہ کہ حضور پُر نور ﷺ سلسلہ نبوت کے علی الاطلاق خاتم ہیں زماناً بھی اور رتبۃً بھی۔

مولانا نے کہیں یہ نہیں فرمایا کہ سرور عالم ﷺ کے بعد نبی کا آنا شرعاً جائز ہے۔ بلکہ یہ فرماتے ہیں کہ جو شخص اس امر کو جائز سمجھے کہ حضور ﷺ کے بعد نبی کا آنا شرعاً ممکن الوقوع ہے۔ وہ کافر ہے اور قطعاً دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

چنانچہ مولانا محمد قاسمؒ مناظرہ عجیبہ کے ص ۳۹ پر لکھتے ہیں۔ خاتمیت زمانیہ اپنا دین و ایمان ہے۔ ناحق کی تہمت کا البتہ کوئی علاج نہیں۔

پھر اسی کتاب کے ص ۱۰۳ پر لکھتے ہیں۔ امتناع بالغیر میں کسے کلام ہے۔ اپنا دین و ایمان ہے کہ بعد رسول اللہ ﷺ کسی اور نبی ہونے کا احتمال نہیں۔ جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔ انتہی۔

ناظرین باتمکین۔ مولانا محمد قاسمؒ کی ان عبارات اور تصریحات کے بعد خود انصاف کریں کہ کیا مولانا محمد قاسمؒ خاتمیت زمانہ کے منکر ہیں۔ حاشا وکلا وہ تو خاتمیت زمانیہ کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں۔ اس خاتمیت زمانیہ کے علاوہ حضور ﷺ کے لیے ایک اور خاتمیت یعنی خاتمیت رتبیہ ثابت کرتے ہیں۔ تاکہ حضور ﷺ کی فضیلت و سیادت خوب واضح اور نمایاں ہو جائے۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا و مولانا محمد خاتم الانبیاء والمرسلین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین و علینا معھم یا ارحم الراحمین۔

مسئلہ ختم نبوت
اور
حضرت نانوتویؒ

شہید اسلام حضرت مولانا

محمد یوسف لدھیانویؒ

☆ ☆ ☆

حضرت نانوتویؒ کا شمار امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ان ارباب قوت قدسیہ میں ہوتا ہے جن کی نظر صرف احکام و مسائل پر ہی نہیں بلکہ ان کے اسباب و علل تک پہنچتی ہے، وہ صرف جزئیات کا احاطہ نہیں کرتے بلکہ جزئیات کو کلیات کے سلسلہ میں مربوط دیکھتے ہیں، صرف فروع کا علم نہیں رکھتے بلکہ ان کے اصول سے اصل الاصول تک پہنچتے ہیں، ان کا علم کسب و اکتساب کے دائرے سے ماورٰی ہوتا ہے، وہ استدلال سے کام ضرور لیتے ہیں مگر معلومات کے ذریعہ مجہولات کو حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ افہام عامہ کی رہنمائی کے لئے، الغرض ان کی نظر اطراف و جوانب اور مبادی و وسائل میں الجھ کر نہیں رہ جاتی بلکہ نتائج و مقاصد کی بلندیوں میں پرواز کرتی ہے۔"

☆ ☆ ☆

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ، اما بعد!

دین اسلام کا سنگ بنیاد ختم نبوت کا عقیدہ ہے، انبیاء کرام علیہم السلام کا مقدس سلسلہ حق تعالیٰ شانہ نے سیدنا آدم علیہ السلام سے شروع فرمایا اور سید العالمین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس مبارک سلسلہ کو ختم کر دیا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قصر نبوت کی آخری اینٹ ہیں جن کے وجود پاک سے قصر نبوت تکمیل پذیر ہوا۔ انبیاء علیہم السلام کی جو فہرست حق تعالیٰ شانہ کے علم ازلی سے طے شدہ تھی اس میں آخری نام حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔ آپ کی تشریف آوری سے وہ فہرست مکمل ہوگئی جس میں کسی اضافہ کا امکان نہ رہا۔

ختم نبوت کا یہ عقیدہ تمام امت کا اجماعی اور مسلّمہ عقیدہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں سب سے پہلا جہاد اسی عقیدہ کے تحفظ کے لئے ہوا جس میں ہزاروں صحابہؓ و تابعینؒ نے اپنی قیمتی جانیں قربان کر کے اس عقیدہ کو زندہ جاوید بنا دیا۔

حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند قدس سرہ اپنے دور

میں علوم و حقائق کے بحر ناپید کنار اور بقول حضرت مولانا پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ: ''حق تعالیٰ شانہ کی صفت علم کا مظہر اتم تھے۔''

(ماہنامہ ''الرشید'' ساہیوال دارالعلوم دیوبند نمبر ص:۷۷۸)

حضرت نانوتویؒ اور ان کے رفیق حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے تعارف میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک اقتباس نقل کرنا بے محل نہ ہوگا:

> ''میں علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے دو شخصیتوں کی جامع ایک شخصیت پیدا کی، ایک وہ شخصیت جو مختلف قسم کے ظاہری علوم روایت و درایت اور منقول و معقول کی جامع تھی، یہ تھے حافظ ابن تیمیہؒ، علم کا دریائے ناپید کنار، اور ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر، دوسری شخصیت جو علوم ظاہر کے حصہ وافر اور دیگر علوم غریبہ و دقیقہ کے ساتھ ساتھ حقائق الٰہیہ اور عارفین کے علوم ربانیہ کی جامع تھی، یہ تھے شیخ اکبر محی الدین ابن عربی الاندلسیؒ۔
>
> حق تعالیٰ شانہ نے ان دونوں شخصیتوں کو جمع کر کے ایک بہت ہی بڑی اور ممتاز شخصیت پیدا کی اور یہ تھے حجۃ الاسلام شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ...... شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے علوم کے دو جلیل القدر عالم وارث ہوئے، ایک الامام الحجۃ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور دوسرے المحدث الفقیہ الحجۃ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ۔
>
> یہ دونوں اکابر دونوں قسم کے علوم میں حظ وافر رکھتے تھے، مگر حضرت نانوتویؒ میں علوم متکلمین اور علوم حقائق کا پہلو

غالب تھا۔" (مقدمہ لامع الدراری ص:۶)

حضرت نانوتویؒ کا شمار امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ان ارباب قوت قدسیہ میں ہوتا ہے جن کی نظر صرف احکام و مسائل پر ہی نہیں بلکہ ان کے اسباب و علل تک پہنچتی ہے وہ صرف جزئیات کا احاطہ نہیں کرتے بلکہ جزئیات کو کلیات کے سلسلہ میں مربوط دیکھتے ہیں، صرف فروع کا علم نہیں رکھتے بلکہ ان کے اصول سے اصل الاصول تک پہنچتے ہیں، ان کا علم کسب و اکتساب کے دائرے سے ماورئی ہوتا ہے، وہ استدلال سے کام ضرور لیتے ہیں مگر معلومات کے ذریعے مجہولات کو حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ افہام عامہ کی رہنمائی کے لئے، الغرض ان کی نظر اطراف و جوانب اور مبادی و وسائل میں الجھ کر نہیں رہ جاتی بلکہ نتائج و مقاصد کی بلندیوں میں پرواز کرتی ہے۔

حضرت نانوتویؒ کے نزدیک یہی لوگ راسخین فی العلم ہیں اور ان کے علاوہ سب لوگ عوام کی صف میں آتے ہیں، قاسم العلوم میں فرماتے ہیں:

"جز انبیاءؑ علیہم السلام و راسخین فی العلم ہمہ عوام اند۔" (مکتوب دوم ص:۶)

"یعنی انبیاءؑ علیہم السلام اور راسخین فی العلم کے سوا باقی سب عوام ہیں۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بمعنی آخری نبی ہیں، یہ مسئلہ ہر خاص و عام کو معلوم ہے اور ملت اسلامیہ کا ایک فرد بھی ایسا نہیں جو اس سے ناواقف ہو، لیکن اگر یہ سوال کیا جائے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی (یا بلفظ دیگر خاتم النبیین کیوں ہیں؟) تو عوام بس یہی کہہ سکیں گے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو آخری نبی بنایا ہے، اس لئے آپؐ خاتم النبیین ہیں، لیکن جب آگے بڑھ کر یہ دریافت کیا جائے کہ جماعت انبیاءؑ علیہم السلام میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی کیوں اس منصب جلیلہ کے لئے منتخب کیا گیا؟ تو اس کا جواب صرف علماءؑ راسخین ہی دے سکتے ہیں، یہ سوال عوام کے دائرے سے باہر کی چیز ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنی تصانیف "آب حیات"، "قبلہ نما"، "حجۃ الاسلام" اور "تقریر دلپذیر" میں کہیں مختصر اور کہیں مطول اس راز سے عقدہ کشائی فرمائی ہے اور خصوصیت کے ساتھ "تحذیر الناس" تو آپ نے صرف اسی موضوع پر تالیف فرمائی ہے، سب سے پہلے عوام کے مبلغ پرواز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو، سو "عوام" کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا "خاتم" ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاءؑ سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔"

(تحذیر الناس ص:۳ مکتبہ رحیمیہ دیوبند)

ظاہر ہے کہ "عوام" بے چارے خاتم النبیین کا مطلب اس سے زیادہ کیا جانتے ہیں کہ آپؐ کی بعثت تمام انبیاءؑ علیہم السلام کے بعد ہوئی ہے، آپؐ کا زمانہ سب کے بعد رکھا گیا ہے اور آپؐ سب سے آخری نبی ہیں۔

خاتم النبیین کے یہ معنی بالکل صحیح ہیں اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ قرآن مجید کا مدعا آپؐ کی آخریت کو بیان کرنا ہے، لیکن قرآن کریم نے آپ کی آخریت و خاتمیت کو کس غرض سے بیان فرمایا ہے؟ اس کے جواب میں ہم ایسے عوام بس یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس سے جھوٹے مدعیان نبوت کا انسداد مقصود تھا۔

حضرت نانوتویؒ کے نزدیک:

"باقی یہ احتمال کہ یہ دین آخری دین تھا اس لئے سدباب اتباع مدعیان نبوت کیا ہے، جو کل کو جھوٹے دعوے کرکے خلائق کو گمراہ کریں گے، البتہ فی حد ذاتہ قابل لحاظ

ہے۔" (تحذیر الناس ص:۳ مکتبہ رحیمیہ دیوبند)

لیکن کیا خاتم النبیین کا مفہوم صرف اسی حد تک محدود ہے؟ قرآن کریم کا منشا صرف آپ کی آخریت زمانی کو ذکر کرنا ہے؟ اور معنائے خاتمیت بس یہی ہے کہ آپ آخری نبی ہیں؟ یہ ہے وہ سوال جس کے حل کے لئے "عوام" کافی نہیں، بلکہ اس راز سے پردہ اٹھانے کے لئے ارباب قوت قدسیہ کا علم وہبی درکار ہے۔

گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کا علم و یقین تو عوام کے دائرے کی چیز ہے، لیکن اس خاتمیت زمانی کی علت کیا ہے؟ یہ عوام کے دائرے کے اوپر کی چیز تھی، حضرت نانوتویؒ کو حق تعالیٰ شانہ جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس علت العلل کی طرف رہنمائی فرمائی، فرماتے ہیں:

> "اگر سدباب مذکور منظور ہی تھا تو اس کے لئے اور بیسیوں مواقع تھے، بلکہ بنائے خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخر زمانی اور سدباب مذکور خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دوبالا ہوجاتی ہے، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ........" (تحذیر الناس ص:۴ مکتبہ رحیمیہ دیوبند)

اس کے بعد پورا رسالہ اسی اجمال کی تفصیل اور خاتمیت زمانی کی علت کی تشریح میں ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باعتبار شرف و مرتبہ کے بھی خاتم ہیں، باعتبار مکان کے بھی، باعتبار زمان کے بھی۔

آپؐ وصف نبوت کے ساتھ بالذات موصوف ہیں، اور باقی تمام انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے واسطہ اور ذریعہ سے ہیں۔ اس لئے باقی انبیاء علیہم السلام کی نسبت آپؐ کے ساتھ وہی ہے جو قمر کو آفتاب سے ہے، آپ کی نبوت صرف آپؐ کے زمانہ تک محدود نہیں بلکہ بواسطہ دیگر انبیاء علیہم السلام کے، تمام کون و مکان اور زمین و زمان پر حاوی ہے، یہی وجہ ہے کہ آپؐ صرف نبی امت نہیں بلکہ نبی الانبیاء ہیں

اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی امتوں سمیت آپ کی سیادت و قیادت کے ماتحت ہیں۔

ان مقدمات کو مبرہن فرمانے کے بعد حضرت نانوتویؒ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کی وہ دلیل بیان فرماتے ہیں جس سے جھوٹے مدعیان نبوت کا سارا طلسم ٹوٹ جاتا ہے:

> "بالجملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصف نبوت میں موصوف بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور انبیاء علیہم السلام موصوف بالعرض۔
>
> اس صورت میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ہی لایا جاسکتا تھا۔ ناممکن تھا کہ آپؐ کے بعد بھی سلسلہ نبوت جاری رہتا، اس لئے کہ) اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد نہیں بلکہ) اول یا اوسط میں رکھتے تو (دو حال سے خالی نہیں تھا آپؐ کے بعد جو نبی آتے ان کا دین آپؐ کے دین کے خلاف ہوتا یا موافق اور یہ دونوں صورتیں باطل ہیں کیونکہ) انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا تو اعلیٰ کا ادنیٰ سے منسوخ ہونا لازم آتا۔ حالانکہ (یہ بات شرعاً و عقلاً باطل ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ) خود فرماتے ہیں:
>
> "ما ننسخ من آیة او ننسها نات بخیر منها او مثلها."
>
> اور کیوں نہ ہو، یوں نہ ہو تو اعطائے دین منجملہ رحمت نہ رہے آثار غضب میں سے ہوجاوے۔

ہاں اگر یہ بات متصور ہوتی کہ اعلیٰ درجے کے علماء

کے علوم، ادنیٰ درجے کے علماء کے علوم سے کمتر اور اودن ہوتے ہیں تو مضائقہ بھی نہ تھا۔

پر سب جانتے ہیں کہ کسی عالم کا عالی مراتب ہونا علو مراتب علوم پر موقوف ہے، یہ نہیں تو وہ بھی نہیں۔ اور انبیاء متاخرین کا دین اگر مخالف نہ ہوتا تو یہ بات ضرور ہے کہ انبیاء متاخرین پر وحی آتی اور افاضہ علوم کیا جاتا، ورنہ نبوت کے پھر کیا معنی؟

۔ اس صورت میں اگر وہی علوم محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے تو بعد وعدہ محکم "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون" کے جو بہ نسبت اس کتاب کے جس کو قرآن کہیے، اور بہ شہادت آیت: "و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء." جامع العلوم ہے (نبوت جدید کی) کیا ضرورت تھی؟

اور اگر علوم انبیاء متاخرین علوم محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ ہوتے تو اس کتاب کا "تبیانا لکل شیء" ہونا غلط ہوجاتا۔

بالجملہ ایسے نبی جامع العلوم کے لئے ایسی ہی کتاب جامع چاہئے تھی، تاکہ علو مراتب نبوت، جو لاجرم علو مراتب علمی ہے۔ چنانچہ معروض ہوچکا میسر آئی، ورنہ یہ علو مراتب نبوت، بے شک ایک قول دروغ اور حکایت غلط ہوتی ایسے ہی ختم نبوت بمعنی معروض کو تاخر زمانی لازم ہے۔"

(تحذیر الناس ص:۸ مکتبہ رحیمیہ دیوبند)

یہ عبارت کسی تشریح و توضیح کی محتاج نہیں اور اس میں دلیل عقلی سے ثابت

کردیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کا آنا محال ہے، خواہ وہ شرع جدید کا مدعی ہو یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء اور پیروی کا دم بھرتا ہو، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتمیت ذاتی کے مرتبہ پر فائز ہیں اور اس خاتمیت کو تاخر زمانی لازم ہے ورنہ آپ کی نبوت کی بلندیٔ مرتبت محض ایک قول دروغ اور حرف غلط ہوگی۔

اسی دلیل کو حضرتؒ نے اپنی دیگر تصنیفات میں مختلف عنوانات سے واضح فرمایا ہے، یہاں صرف ایک حوالہ نقل کردینا کافی ہے، "حجۃ الاسلام" میں تحریر فرماتے ہیں:

"علیٰ ہذا القیاس جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ علم سے اوپر کوئی ایسی صفت نہیں جس کو عالم سے تعلق ہو تو خواہ مخواہ اس بات کا یقین پیدا ہوجاتا ہے کہ آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم پر تمام مراتب کمال اسی طرح ختم ہوگئے جیسے بادشاہ پر مراتب حکومت ختم ہوجاتے ہیں، اس لئے جیسے بادشاہ کو خاتم الحکام کہہ سکتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم الکاملین اور خاتم النبیین کہہ سکتے ہیں۔

مگر جس شخص پر مراتب کمال ختم ہوجائیں گے تو بایں وجہ کہ نبوت سب کمالات بشری میں اعلیٰ ہے چنانچہ مسلّم بھی ہے اور تقریر متعلق بحث تقرب بھی، جو اوپر گزری ہے اس پر شاہد ہے۔ اس لئے آپ کے دین کے ظہور کے بعد سب اہل کتاب کو بھی ان کا اتباع ضروری ہوگا، کیونکہ حاکم اعلیٰ کا اتباع تو حکام ماتحت کے ذمہ بھی ہوتا ہے، رعایا تو کس شمار میں ہیں؟

علاوہ بریں جیسے لارڈ لٹن کے زمانہ میں لارڈ لٹن کا

اتباع ضروری ہے، اس وقت احکام لارڈ نارتھ بروک (سابق وائسرائے ہند) کا اتباع کافی نہیں ہوسکتا اور نہ اس کا اتباع باعث نجات سمجھا جاتا ہے، ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ بابرکات میں اور ان کے بعد، انبیاءؑ سابق کا اتباع کافی اور موجب نجات نہیں ہوسکتا اور یہی وجہ ہوئی کہ سوائے آپؐ کے اور کسی نبی نے دعوائے خاتمیت نہ کیا، بلکہ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ جہاں کا سردار آتا ہے۔ خود اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰ خاتم نہیں، کیونکہ حسب اشارہ مثال خاتمیت، بادشادہ خاتم وہی ہوگا جو سارے جہاں کا سردار ہو، اس وجہ سے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب میں افضل سمجھتے ہیں، پھر یہ آپ کا خاتم ہونا آپ کے سردار ہونے پر دلالت کرتا ہے اور بقرینہ دعویٰ خاتمیت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے، یہ بات یقینی سمجھتے ہیں کہ وہ جہاں کے سردار جن کی خبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دیتے ہیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔"

(حجۃ الاسلام ص:۳۴، ۳۵، کتب خانہ اعزازیہ دیوبند)

الغرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت ذاتی، آپ کی خاتمیت زمانی کی علت ہے اور خاتمیت زمانی آپ کی سیادت و قیادت اور افضلیت و برتری کی دلیل ہے۔

حضرت نانوتویؒ کا موقف یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیت "خاتم النبیین" میں بیک وقت تینوں قسم کی خاتمیت کا ارادہ کیا گیا ہے اور یہ تینوں بدلالت مطابقی قرآن کریم سے ثابت ہیں جس کی مفصل تقریر "تحذیر الناس" میں کی گئی ہے، یہ ہے وہ نکتہ

جو "عوام" کے فہم سے بالاتر تھا۔

اور اگر قرآن کریم کی آیت خاتم النبیین خاتمیت کی ان تینوں دلیلوں پر بدلالت مطابقی مشتمل ہے تو حضرت کو اصرار ہے کہ خاتمیت ذاتی کو آیت کا مدلول مطابقی ٹھہرایا جائے اور خاتمیت زمانی بدلالت التزامی اس سے خود بخود ثابت ہوجائے گی۔ اس لئے خاتمیت کی علت یہی خاتمیت ذاتی ہے اور جب علت ثابت ہوگئی تو معلول اس سے مختلف نہیں ہوسکتا۔

اوپر ختم نبوت زمانی کی دلیل عقلی ارشاد ہوئی تھی اب ذرا دلیل نقلی بھی ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں:

"سو اگر اطلاق اور عموم ہے (یعنی آیت خاتم النبیین کے تحت خاتمیت ذاتی، خاتمیت زمانی اور خاتمیت مکانی تینوں بدلالت مطابقی داخل ہیں اور آیت تینوں کو عام ہے) تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے ورنہ (یعنی لفظ خاتم النبیین تینوں اقسام خاتمیت کو شامل نہیں بلکہ اس میں صرف خاتمیت ذاتی مراد لی ہے تو اندریں صورت) تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدلالت التزامی ضرور ثابت ہے۔

ادھر تصریحات نبویؐ مثل: "انت منی بمنزلة هارون من موسٰی الا انه لا نبی بعدی." او کما قال جو بظاہر بہ طرز مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے اس باب میں کافی ہے، کیونکہ یہ مضمون درجہ تواتر کو پہنچ گیا ہے، پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہوگیا گو الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں، سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی یہاں ایسا ہی ہوگا جیسا تواتر اعداد رکعات فرائض و وتر وغیرہ۔ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر

تعداد رکعات، متواتر نہیں، جیسا اس کا منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔" (تحذیر الناس ص:۹،۱۰ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

اس استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ ختم نبوت زمانی قرآن کریم سے بطور دلالت مطابقی یا التزامی کے ثابت ہے، احادیث متواترہ سے ثابت ہے، اجماع امت سے ثابت ہے اور اس کا منکر اسی طرح کا کافر ہے جیسا کہ تعداد رکعات کا منکر کافر ہے۔

یہاں یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہوگا کہ کسی عقیدے کے ثبوت میں قرآن کریم، حدیث متواتر اور اجماع امت پیش کر دینے کے بعد اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہ جاتی کیونکہ جو عقیدہ ان تین دلائل سے ثابت ہوا، اس کی قطعیت شک وشبہ سے بالاتر ہے اور اس کا منکر کافر ہے، اسی بنا پر مولانا نانوتویؒ نے فرمایا جیسا اس کا (یعنی تعداد رکعات کا) منکر کافر ہے ایسا ہی اس کا (یعنی ختم نبوت زمانی) منکر بھی کافر ہے۔

ایک شبہ اور اس کا جواب:

گزشتہ بالا سطور سے معلوم ہوا ہوگا کہ حضرت نانوتوی قدس سرہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کے منکر نہیں بلکہ مثبت ہیں اور مثبت بھی ایسے کہ اسے عقلی ونقلی دلائل قطعیہ سے ثابت کر کے اس کے منکر پر کفر کا فتویٰ صادر فرماتے ہیں۔ یہاں مزید تاکید کے لئے مناظرہ عجیبہ کے چند جملے نقل کر دینا بھی نامناسب نہ ہوگا:

الف:...... "خاتمیت زمانی اپنا دین وایمان ہے، ناحق کی تہمت کا البتہ کچھ علاج نہیں۔" (ص:۳۹)

ب:...... "حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے، اور یہ بات بھی

سب کے نزدیک مسلّم ہے کہ آپ اول المخلوقات ہیں، علی الاطلاق کہئے یا بالاضافہ۔" (ص:۳)

ج:...... "حاصل یہ ہے کہ خاتمیت زمانی سے مجھ کو انکار نہیں بلکہ یوں کہئے کہ منکروں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی۔" (ص:۵)

د:...... "مولانا! خاتمیت زمانی کی میں نے تو توجیہ و تائید کی ہے، تغلیط نہیں کی .... اخبار بالعلۃ مکذب اخبار بالمعلول نہیں ہوتا بلکہ اس کا مصدق اور مؤید ہے اوروں نے محض خاتمیت زمانی اگر بیان کی ہے تو میں نے اس کی علت یعنی خاتمیت مرتبی ذکر کر دی اور شروع تحذیر ہی میں اقتضاءً خاتمیت ذاتی کا بہ نسبت خاتمیت زمانی ذکر کر دیا۔" (ص:۵۳)

ھ:...... "اپنا دین وایمان ہے (کہ) بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال نہیں، جو اس میں تامل کرے اس کو کافر جانتا ہوں۔" (ص:۱۰۳)

حضرت کی اس قسم کی بہت سی تصریحات کی موجودگی میں قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت کی طرف انکار نبوت زمانی کا عقیدہ کیوں منسوب کیا گیا؟ اس کا منشا غلط فہمی تھی یا دیدہ دانستہ جسارت؟

میں اس موضوع سے تعرض نہیں کرنا چاہتا تھا، لیکن یہ بحث تشنہ رہے گی اگر اس پر گفتگو نہ کی جائے، لطیفہ یہ ہے کہ حضرتؒ کی طرف اس عقیدہ کا انتساب وہ بھی کرتے ہیں جو اس امت میں اجرائے نبوت کے قائل ہیں، یعنی مرزا غلام احمد قادیانی کی ذریت۔

اور وہ حضرات بھی کرتے ہیں جو ختم نبوت کے قائل اور اس کے منکر کو کافر

گردانتے ہیں، یعنی مولانا احمد رضا خان صاحب مرحوم بریلوی اور ان کے عقیدت مند حضرات۔

جہاں تک قادیانی صاحبان کا تعلق ہے ان کی خدمت میں تو یہی گزارش کافی ہے کہ اگر عقائد کے باب میں حضرت نانوتویؒ کی تحریر کوئی وزن رکھتی ہے تو جس کتاب کے فقرے سے وہ اجرائے نبوت کے عقیدے پر استدلال کرتے ہیں اسی کتاب میں جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے ختم نبوت زمانی کے منکر کو قرآن کریم، حدیث متواتر اور اجماع امت کا منکر کافر کہا گیا ہے۔

اس لئے حضرتؒ کی تحریر سے استدلال کرتے ہوئے وہ بے شک اجرائے نبوت کا عقیدہ رکھیں لیکن از راہ انصاف اس عقیدہ رکھنے والے کو کافر بھی قرار دیں۔

اگر یہ دونوں باتیں جمع ہوسکتی ہیں تو ضرور کرنی چاہئیں اور اگر جمع نہیں ہوسکتیں تو اس سے ثابت ہوگا کہ انہوں نے حضرتؒ کی جس عبارت سے اجرائے نبوت کا عقیدہ کشید کرنے کی کوشش فرمائی ہے وہ اس کا مطلب نہیں سمجھے، جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب اپنی مرضی اور اپنی عبارتوں کا مطلب نہیں سمجھا کرتے تھے۔

جہاں تک جناب مولانا احمد رضا خان صاحب مرحوم کا اور ان کی جماعت کا تعلق ہے ان کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے غلط فہمی کی بناء پر حضرتؒ سے یہ عقیدہ منسوب کیا ہے تو گستاخی ہوگی، کہ اتنا بڑا علامہ بلکہ اتنے بڑے علماء ان عبارتوں کو سمجھنے سے قاصر رہے اور اگر یہ عرض کیا جائے کہ ان حضرات نے قصداً ایک بات غلط طور پر حضرتؒ سے منسوب کردی ہے تو اس سے بڑھ کر ستم کی بات ہے اور چونکہ حضرتؒ اسی رسالے میں دلائل قطعیہ عقلیہ سے ختم نبوت زمانی کو ثابت کرکے اس کے منکروں پر کفر کا فتویٰ بھی صادر فرما چکے ہیں، اس لئے ایسی کتاب کے کسی فقرے سے آپ کا منکر ختم نبوت ہونا ثابت کرنا گویا: ''دزدے بکف چراغ دارد'' کی مثل یاد دلاتا ہے۔

راقم الحروف غور وفکر کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ جناب مولانا احمد رضا خان صاحب کا قلم اور حجاج بن یوسف کی تلوار توأم پیدا ہوئے تھے، ان کے قلم کو تکفیر کا وہی چسکا تھا جو حجاج کی تلوار کو خون آشامی کا۔ وہ فطرتاً مجبور تھے کہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو تیغ تکفیر سے نیم بسمل کریں، اگر کسی کی کوئی عبارت یا عبارت کا ناتمام جملہ انہیں ایسا مل جاتا جو ان کے ذوق کافرگری کی تسکین کا سامان بن جاتا تو وہ اسے کافی سمجھتے تھے اور اس کی دوسری تحریروں سے آنکھیں بند کرلینا فرض سمجھتے تھے اور اگر خدانخواستہ انہیں ایک آدھ جملہ بھی میسر نہیں آتا تو وہ اپنے ذوق کی تسکین کے لئے خود ہی ایک عبارت بناکر کسی صاحب سے منسوب کردیتے اور اس کی بنیاد پر انہیں ''کافر گری'' کا جواز مل جاتا، وہ شخص ہزار چیخے چلائے شور مچائے کہ یہ عبارت میری نہیں ہے، میں ایسی عبارت لکھنے پر لعنت بھیجتا ہوں مگر خان صاحب فرماتے کہ چونکہ یہ عبارت ہم نے تمہارے نام سے چھاپی ہے اور اتنی مدت سے چھاپ رہے ہیں لہٰذا تمہیں تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ عبارت تمہاری ہے اور اس لئے تم کافر ہو۔

میں نے جو کچھ لکھا ہے یہ ظرافت نہیں بلکہ واقعہ ہے، خان صاحب کو دو بزرگ ایسے ملے جن کی تحریر میں ان کو کوئی کلمہ کفر نہیں مل سکا جس کی بنیاد پر انہیں کافر بناتے، اس لئے خان صاحب نے ایک صاحب کی طرف تو خود ایک عبارت بناکر منسوب کردی اور ان پر کفر کا فتویٰ صادر کرکے اکابر حرمین سے اس کو رجسٹری کروایا۔ یہ شخصیت قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی تھی، ان کے بارے میں خان صاحب حسام الحرمین میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

''تیسرا فرقہ وہابیہ کذابیہ رشید احمد گنگوہی کے پیرو............ پہلے تو اس نے اپنے پیر طائفہ اسماعیل دہلوی کے اتباع میں اللہ تعالیٰ پر یہ افترا باندھا کہ اس کا جھوٹا ہونا بھی ممکن ہے، اور میں نے اس کا یہ بیہودہ بکنا ایک مستقل کتاب میں رد کیا

جس کا نام "سبحٰن السبوح عن کذب مقبوح" رکھا، اور میں نے یہ بصیغہ رجسٹری اس کی طرف بھیجی اور بذریعہ ڈاک اس کے پاس سے رسید آگئی............

پھر تو ظلم و گمراہی میں اس کا حال یہاں تک پہنچا کہ اپنے ایک فتوٰی میں جو اس کا مہری دستخطی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے جو بمبئی وغیرہ میں بارہا مع رد چھپا، صاف لکھ دیا کہ جو اللہ سبحانہ تعالیٰ کو بالفعل جھوٹا مانے اور تصریح کرے کہ معاذ اللہ، اللہ تعالیٰ نے جھوٹ بولا۔ اور یہ بڑا عیب اس سے صادر ہو چکا تو اسے کفر بالائے طاق، گمراہی درکنار، فاسق بھی نہ کہو، اس لئے کہ بہت سے امام ایسا کہہ چکے ہیں، جیسا اس نے کہا۔" (الخ ص:۱)

بمبئی کے اس فتوے کی جس پر خان صاحب نے تکفیر کی بنیاد رکھی ہے حضرت گنگوہیؒ کے فرشتوں کو بھی خبر نہیں تھی اور جب اس کا علم ہوا تو اس سے برأت کا اظہار فرمایا اور ایسا لکھنے والے کو ملعون قرار دیا۔ (فتاوٰی رشیدیہ الجنۃ لاہل السنہ ص:۹۳)

مگر جناب خان صاحب کا اصرار مدت العمر یہی رہا کہ چونکہ ہم آپ کی طرف اس عبارت کو منسوب کر کے کفر کا فتوٰی رجسٹری کروا چکے ہیں لہٰذا یہ عبارت یقیناً آپ ہی کی ہے اور ہونی چاہئے اور لطف یہ کہ آج تک حضرت گنگوہیؒ کے انکار کے باوجود خان صاحب اور ان کی جماعت کا اصرار باقی ہے۔

کچھ اسی قسم کا حادثہ خان صاحب کو حضرت حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کے بارے میں بھی پیش آیا۔ خان صاحب کا قلم حضرت مرحوم کو کافر بنانے کے لئے بے تاب تھا، مگر مشکل یہ تھی کہ حضرتؒ کے دفتر تحریر میں خان صاحب کو ایک فقرہ بھی ایسا نہ مل پاتا تھا جس کی بنیاد پر ان کی تیغ تکفیر نیام سے باہر نکل آتی۔

اس مشکل کا حل خان صاحب نے یہ تلاش کیا کہ حضرت نانوتویؒ کی اس کتاب سے جو صرف مسئلہ ختم نبوت پر لکھی گئی ہے اور جس میں منکرین ختم نبوت کو صاف الفاظ میں کافر کہا گیا ہے، تین جملے تلاش کئے اور ان کو آگے پیچھے جوڑ کر مربوط اور مسلسل عبارت بنا ڈالی، پس خان صاحب کی تکفیر کے لئے جواز پیدا ہو گیا۔ خان صاحب نے جس چابکدستی سے تین الگ الگ جگہ سے تحذیر الناس کے ناتمام جملوں کو ملا کر ایک مکمل عبارت تیار کر لی وہ ان کی مہارت فن کا شاہکار ہے۔

پہلا فقرہ ص:۱۴ سے لیا گیا:

"بلکہ بالفرض آپؐ کے زمانہ میں کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔"

دوسرا فقرہ ص:۲۸ سے لیا گیا:

"بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبویؐ بھی کوئی نبی پیدا ہو، تو بھی خاتمیت محمدیؐ میں کچھ فرق نہ آئے گا۔"

اور تیسرا فقرہ ص:۳ سے لیا گیا، جہاں تحذیر الناس شروع ہوتی ہے:

"عوام کے خیال میں تو رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپؐ سب میں آخری ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔"

ان تین فقروں کو ایک مسلسل عبارت میں ڈھالنے اور پھر انہیں عربی میں نقل کرنے میں خان صاحب نے خدا ناترسی کا جو نمونہ پیش کیا ہے ان کو دیکھ کر آج پون صدی بعد بھی یقین نہیں آتا کہ کوئی شخص جس کے دل میں ذرا بھی حس ہو ایسی حرکتوں کا ارتکاب کر سکتا ہے؟

اس آخری فقرے کے بارے میں تو عرض کر چکا ہوں کہ حضرتؒ "عوام کے خیال" کی اس کوتاہی کی شکایت کر رہے ہیں کہ "خاتم النبیین" کے مفہوم کو صرف

"آخری نبی" کے معنی میں محدود سمجھ لیا گیا ہے جب کہ قرآن کریم کا مقصد اس سے صرف آپ کی خاتمیت زمانی کو بیان کرنا نہیں بلکہ خاتمیت ذاتی اور رتبی کو اجاگر کرنا ہے، الغرض خاتمیت زمانی سے انکار نہیں اور نہ اسے خاتم النبیین کے مفہوم سے خارج کرنا مقصود ہے بلکہ یہ بتانا منظور ہے کہ خاتمیت صرف خاتمیت زمانی میں منحصر نہیں جیسا کہ عوام کا خیال ہے بلکہ خاتم النبیین کا مفہوم اس سے کہیں بلند تر ہے۔ رہی صفحہ ۱۴ اور ۲۸ کی عبارت! تو خان صاحب نے جو فقرے نقل کیے ہیں ان کے شروع میں "بلکہ بالفرض" کا لفظ موجود ہے جس سے دو باتوں کا صاف پتہ چلتا ہے، ایک یہ کہ "بلکہ" سے پہلے جو عبارت چلی آرہی ہے خان صاحب کی نقل کردہ عبارت اس کا ایک ناتمام ٹکڑا ہے اور جب تک اس کا ماقبل اس کے ساتھ نہ ملایا جائے اس سے کوئی مفہوم اخذ نہیں کیا جاسکتا۔

دوسرے یہ کہ جو کچھ کہا جارہا ہے وہ بطور واقعہ کے نہیں بلکہ بطور فرض محال کے کہا جارہا ہے اور دنیا کا کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو کسی فرض محال پر کفر کا فتویٰ صادر کردے۔

الغرض خان صاحب کے منقولہ ٹکڑے ہی اس بات کو بتانے کے لئے کافی تھے کہ ان ٹکڑوں کو چابکدستی کے ساتھ جوڑنے کے بعد بھی خان صاحب کا مدعائے تکفیر عنقا رہتا ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ص۱۴ اور ص۲۸ کی تشریحات متعدد اکابر کرچکے ہیں اور ان کے بعد ضرورت نہیں رہ جاتی کہ میں ان پوری عبارتوں کو نقل کرکے ان کی تشریحات کروں، اہل علم کو حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ کے رسالہ "الختم علی لسان الخصم" وغیرہ، مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ کے رسالہ "معرکۃ القلم"، مولانا عبدالغنی پٹیالوی کی کتاب "الجنۃ لاہل السنۃ" اور مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کے رسائل "بانی دارالعلوم اور عبارات اکابر" ملاحظہ کرنی چاہئیں۔

ان حضرات سے پہلے حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ "التصدیقات لدفع البلیات" میں اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ "الشہاب الثاقب" میں بھی خان صاحب کے اس افترا کی کافی وشافی تردید فرما چکے ہیں، تاہم مناسب ہوگا کہ یہاں بھی ان عبارتوں کو نقل کرکے اس پر مختصری تنبیہ کردی جائے۔

ص۱۴ کی پوری عبارت یہ ہے:

> "غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے مگر جیسے اطلاق "خاتم النبیین" اس بات کو مقتضی ہے کہ اس لفظ میں کچھ تاویل نہ کیجئے اور علی العموم تمام انبیاء کا خاتم کہئے، اسی طرح .....الخ"

اس پوری عبارت پر نظر ڈالیے تو معلوم ہوگا کہ جو فقرہ خان صاحب نے نقل کیا ہے (اور جسے میں نے اوپر خط کردیا) یہ پورا جملہ نہیں بلکہ جملہ شرطیہ کی جزا کا ایک حصہ ہے۔

شرط:.....غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا۔

جزا:.....تو آپ کا خاتم ہونا انبیاء گزشتہ ہی کی نسبت خاص نہ ہوگا۔

منقولہ ٹکڑا:___ بلکہ اگر بالفرض ___ الخ جزا ہے کسی جملہ شرطیہ کی، اب انصاف فرمائیے کہ شرط اور جزا کے ایک حصہ کو حذف کرکے جزا کے دوسرے حصہ کو نقل کردینا اور اس پر کفر کا فتویٰ صادر کرنا، علم ودیانت کی روشنی میں اس کو کیا نام دیا جائے؟ بہرحال خان صاحب کا منقولہ ٹکڑا خود بھی قضیہ فرضیہ ہے اور پھر یہ قضیہ فرضیہ اوپر کے جملہ شرطیہ کی جزا کا ایک جز ہے اور دنیا کا کوئی عاقل ایسا نہیں ہوگا جو مقدم اور تالی کے درمیان جو اتصال ہوتا ہے اسے نظر انداز کرکے صرف تالی (اور وہ بھی اس

کے ایک جز) پر حکم لگانے بیٹھ جائے، مگر خان صاحب کے مذہب کافر گری میں یہ بھی ہے۔

اب ص ۲۸ کی عبارت ملاحظہ کریجیے:

''ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوصف نبوت لیجئے جیسا اس ہیچمدان نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افراد مقصود بالخلق میں سے مماثل نبویؐ نہیں کہہ سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء علیہم السلام کے افراد خارجی ہی پر آپ کی افضلیت ثابت نہ ہوگی، افراد مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہوجائے گی بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔............الخ''

پوری عبارت پر نظر ڈال کر دیکھئے، یہاں بھی خان صاحب کی وہی مہارت فن نظر آتی ہے جس کا تذکرہ ابھی کر چکا ہوں۔

یہ قضیہ شرطیہ ''ہاں اگر خاتمیت'' سے شروع ہوتا ہے، تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اس کی جزا کا پہلا حصہ ہے بلکہ اس صورت میں اس کا دوسرا حصہ ہے اور بلکہ اگر بالفرض اسی کا تیسرا حصہ ہے۔ خان صاحب نے قضیہ شرطیہ کے مقدم اور تالی کے دو حصوں کو حذف کر کے تالی کے تیسرے حصے کو جو خود قضیہ مفروضہ ہے نقل کر دیا اور اسی ناتمام جملہ پر جس کے مفروض محض ہونے کی تصریح بھی اسی کے اندر موجود ہے، کفر کا فتویٰ جڑ دیا۔

ان دونوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے افراد دو قسم کے ہیں ایک افراد حقیقی اور خارجی، دوسرے افراد مقدرہ جن کا خارج میں وجود ہوا، اور نہ ہوگا۔

اور خاتم النبیین کے دو مفہوم ہیں: ایک آپ کا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد تشریف لانا اور دوسرے آپ کا وصف نبوت کے ساتھ بالذات موصوف ہونا اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کا آپ کی وساطت سے موصوف ہونا۔

افراد خارجیہ کے لحاظ سے تو یہ دونوں مفہوم لازم وملزوم ہیں، چنانچہ آپ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے واسطہ نبوت بھی ہیں اور سب کے بعد تشریف لائے، سب سے پہلے یا ان حضرات کے درمیان میں آپ کا تشریف لانا عقلاً وشرعاً صحیح نہیں تھا۔

لیکن افراد مقدرہ کے لحاظ سے دیکھا جائے تو خاتم النبیین کے مفہوم اول (یعنی آخری نبی) سے وہ خارج نہیں کیونکہ یہ مفہوم افراد حقیقیہ واقعیہ کے اعتبار سے ہی صادق آسکتا ہے نہ کہ افراد مقدرہ فرضیہ کے اعتبار سے، مگر ''خاتم النبیین'' بمعنی اتصاف ذاتی مقدرہ کو بھی محیط ہے اس لئے بفرض محال آپ کے بعد بھی کسی نبی کی آمد ہوتی تو وہ بھی انبیاء گزشتہ کی طرح وصف نبوت میں آپ کا محتاج ہوتا۔

حاصل یہ کہ خاتمیت ذاتی جیسے انبیاء کرام علیہم السلام کے افراد خارجیہ کے اعتبار سے ہے ویسے افراد فرضیہ کے اعتبار سے بھی ہے، پس اس دنیا میں جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے ان کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دونوں اعتبار سے خاتم ہیں، خاتمیت ذاتی کے اعتبار سے بھی اور خاتمیت زمانی کے لحاظ سے بھی اور اگر ان کے علاوہ کوئی انبیاء فرض کیے جائیں تو سوال یہ ہے کہ ان کے لئے بھی آپ خاتم ہوں گے یا نہیں؟

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس سوال کا جواب دیتے ہیں کہ خاتمیت زمانی کے اعتبار سے یہ سوال ہے، تو ظاہر ہے کہ آپ ان کے خاتم نہیں ہوں گے لیکن خاتمیت ذاتی کے اعتبار سے آپ کو ان کا خاتم بھی ماننا پڑے گا۔

یہاں ایک گزارش مزید کردینا چاہتا ہوں کہ حضرت نانوتویؒ کا یہ رسالہ

''تحذیر الناس'' ایک سوال کے جواب میں لکھا گیا تھا جس میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث جس میں سات زمینوں اور ان کے انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر ہے اور جسے بیہقی وغیرہ نے ''صحیح'' کہا ہے، درج کر کے خاتم النبیین کے ساتھ اس کی تطبیق دریافت کی گئی تھی کہ آیا بیک وقت آیت اور حدیث دونوں پر عقیدہ رکھنا ممکن ہے؟

اس سوال کا جواب تین طرح دیا جاسکتا ہے:

اول:...... یہ کہ آیت اور حدیث میں تعارض ہے لہٰذا اس حدیث کو غلط سمجھا جائے۔

دوم:...... یہ کہ آیت اور حدیث دونوں صحیح ہیں مگر آیت میں آپ کی خاتمیت ہی اس زمین کے اعتبار سے بیان کی گئی ہے لہٰذا آپ صرف اس زمین کے خاتم ہیں۔

سوم:...... تیسری صورت یہ ہوسکتی تھی کہ آیت و حدیث دونوں کو تسلیم کر کے دونوں میں ایسی تطبیق دی جاتی کہ آپ کی خاتمیت صرف اسی زمین تک محدود نہ رہتی بلکہ دیگر زمینوں کو بھی محیط ہوجاتی۔

خان صاحب اور ان کے ہم مشرب لوگوں نے پہلا راستہ اختیار کیا کہ یہ حدیث غلط ہے، لیکن حضرت نانوتویؒ نے آیت اور حدیث دونوں کو صحیح قرار دے کر تطبیق کی وہ شکل اختیار کی جو میں نے تیسری صورت میں ذکر کی ہے۔

حضرتؒ کی ساری کتاب کا خلاصہ یہ ہے کہ ہماری زمین کے اعتبار سے تو آپؐ خاتم النبیین ہیں، باعتبار اتصاف ذاتی کے بھی اور باعتبار آخریت زمانہ کے بھی، لیکن آپ ہی کی خاتمیت صرف اسی زمین تک محدود نہیں بلکہ پوری کائنات کو بھی محیط ہے، اور حدیث میں تو ہماری زمین کے علاوہ چھ زمینوں کا ذکر ہے، اگر بالفرض ہزاروں زمینیں بھی اور ہوتیں اور ان زمینوں میں سلسلہ نبوت جاری ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب کے خاتم ہوتے، باقی انبیاء کرام علیہم السلام کے بارے میں یہ تصریح

نہیں آئی کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہوئے ہیں یا بعد میں؟ اس لئے دونوں احتمال ممکن ہیں، پس اگر وہ حضرات بھی اس زمین کے انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح سب آپ سے پہلے ہوئے ہیں تو یوں کہا جائے کہ آپ سب کے لئے خاتم ہیں باعتبار ذات کے بھی، باعتبار زمانہ کے بھی، لیکن اگر یہ فرض کیا جائے کہ ان دیگر زمینوں کے کچھ انبیاء آپؐ کے معاصر یا بالفرض آپ کے بعد ہوئے تو ان کے اعتبار سے آپؐ کو خاتم زمانی نہیں بلکہ خاتم ذاتی کہا جائے گا۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ حضرت نانوتویؒ پر فرد جرم یہ نہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس زمین کے انبیاء کرام علیہم السلام کا خاتم (خمیت ذاتی اور خمیت زمانی دونوں کے اعتبار سے) نہیں مانتے بلکہ اصل جرم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری کائنات کا خاتم کیوں مانتے ہیں؟

تتمہ بحث

ختم نبوت کے ساتھ ایک مسئلہ ضمنی طور پر خود بخود زیر بحث آجاتا ہے اور وہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور ان کی دوبارہ تشریف آوری کا مسئلہ۔

جیسا کہ الشیخ ابو حیان اندلسی صاحب ''البحر المحیط'' نے لکھا: (ابوحیان، البحر المحیط ج:۲ ص:۴۷۳) پوری امت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے اور ان کے دوبارہ تشریف لانے کے عقیدے پر متفق ہے اور ان کا دوبارہ تشریف لانا عقیدۂ ختم نبوت کے منافی نہیں، کیونکہ خاتم النبیین کا مفہوم یہ ہے کہ آپؐ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد مبعوث ہوئے اور آپؐ کے بعد کسی شخص کو منصب نبوت سے سرفراز نہیں کیا جائے گا جب کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام، آپؐ سے پہلے کے نبی ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی فہرست میں ان کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل درج ہے۔ حافظ ابن حجرؒ ''لا نبی بعدی'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لا نبی بعدی" کی نفی کو اس معنی پر محمول کرنا واجب ہے کہ آئندہ کسی شخص کے حق میں نبوت جدید کا انشاء نہیں ہوگا۔ اس سے کسی ایسے نبی کے موجود ہونے کی نفی نہیں ہوتی جو آپؐ سے قبل منصب نبوت سے سرفراز کیا جاچکا ہو۔"

(ابن حجر، الاصابہ فی تمییز الصحابہ ج:۱ ص:۴۲۵)

بہرحال امت میں جس طرح ختم نبوت کا عقیدہ قطعی ہے اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور آپ کی دوبارہ تشریف آوری کا عقیدہ بھی قطعی اور متواتر ہے دور قدیم میں فلاسفہ و زنادقہ نے اس کا انکار کیا ہے۔

(''السفارینی'' شرح عقیدہ منظومہ ج:۲ ص:۹۴)

اور دور جدید میں ملاحدہ اور نیچریوں نے۔ مگر امت نے اس قطعی عقیدہ کے منکرین کو خارج از ملت قرار دیا۔

(''السیوطی'' الحاوی للفتاویٰ ج:۲ ص:۱۶۶، روح المعانی ص:۶۰)

قادیانی امت ملاحدہ و زنادقہ کی تقلید میں اس عقیدے کی منکر ہے چونکہ یہ لوگ حضرت نانوتویؒ کی ایک عبارت سے عقیدہ اجرائے نبوت پر استدلال کرتے ہیں، لہٰذا عقیدہ حیات و نزول عیسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں حضرت نانوتویؒ کی دو عبارتوں کا حوالہ دینا نامناسب نہ ہوگا تا کہ قادیانیوں کی دیانت اس مسئلہ میں بھی واضح ہوسکے، حضرت نانوتویؒ ''تحذیر الناس'' میں فرماتے ہیں:

''غرض جیسے آپؐ نبی الامۃ ہیں ویسے ہی نبی الانبیاء بھی ہیں اور یہی وجہ ہوئی کہ بشہادت واذ اخذ اللہ میثاق النبیین............الخ اور انبیاء کرام علیہم السلام سے آپؐ پر ایمان لانے اور آپؐ کے اتباع اور اقتداء کا عہد لیا گیا۔

ادھر آپؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ (علیہ

السلام) بھی زندہ ہوتے تو میرا ہی اتباع کرتے۔ علاوہ بریں بعد نزول حضرت عیسیٰ کا آپؐ کی شریعت پر عمل کرنا اسی بات پر مبنی ہے۔''

(تحذیر الناس ص:۴)

اور آب حیات میں اس پر طویل تحقیق فرمائی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کی ذات شریفہ مصدر ایمان ہے اس لئے آپ ابوالمومنین ہیں اس کے برعکس دجال اکبر کی ذات خبیثہ مصدر کفر ہے اس لئے اسے ابوالکفار کہنا بجا ہے۔ آپؐ نبی الانبیاء ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) اور دجال موعود دجال الدجالین ہے، اس کے بعد فرماتے ہیں:

''باقی رہا شبہ کہ اس صورت میں مناسب یہ تھا کہ خود حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے (دجال) مقتول ہوتا کیونکہ اضداد رافع اضداد ہوا کرتے ہیں، سو اس صورت میں ضد مقابل دجال آپؐ تھے نہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

گویا یہ سوال دو حصوں پر مشتمل ہے، ایک یہ کہ دجال لعین کے مقابلے میں آپؐ کو نہیں لایا گیا اور دوسرے یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس مقابلے کے لئے کیوں منتخب کیا گیا؟

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ ''تضاد ایمان و کفر مسلم ہے'' پر اضداد کثیر المراتب میں ہر مرتبہ کیف ما اتفق دوسرے ضد کے ہر ہر مرتبہ کے مضاد نہیں ہوا کرتا۔ سو دجال ہر چند مراتب موجودہ کفر میں سب میں بالا ہے، پر مقابل مرتبہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہوسکتا۔ اور اس حساب سے یوں کہہ سکتے ہیں کہ جیسے باری عز اسمہ مراتب تحقق میں ایسا یکتا ہے کہ نہ کوئی اس

کے لئے مماثل ہے نہ کوئی مقابل ہے اور اسی لئے وہ ''لا ضد لہ و لا ندلہ'' کا مصداق ہے، ایسے ہی حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مراتب فضل وکمال ایمانی و امکانی میں ایسے یکتا ہیں کہ نہ کوئی ان کے لئے مماثل ہے نہ کوئی ان کا مقابل ہے اور اس وجہ سے اس عالم میں جیسے مصداق ''لا ندلہ'' ہیں ایسے ہی مصداق ''لا ضدلہ'' ہیں۔

غرض جیسے جناب باری کے لئے دربارۂ تحقق کوئی ضد موجود نہیں، ایسے ہی حبیب خداوندی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے مراتب ایمانی میں کوئی ضد موجود نہیں، ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام البتہ دجال کے لئے (شاید) مدمقابل ہوں۔''

(آب حیات ص:۱۵۲ مطبع قدیمی دہلی)

اس کی طویل تحقیق فرمانے کے بعد آگے چل کر فرماتے ہیں:

''بالجملہ دجال لعین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت اگرچہ باعتبار کمال ایمان وکفر ضد مقابل ہے مگر باعتبار درجہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم و درجہ دجالی (میں) باہم تضاد نہیں بلکہ دجال باعتبار تقابل مرتبہ سافل میں ہے ادھر اور انبیاءٔ علیہم السلام بھی درجہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے فروتر ہیں اس لئے بالضرور انبیاءٔ باقیہ میں سے کوئی اور نبی اس کے لئے ضد مقابل ہوگا۔''

یہ تو پہلے سوال کا خلاصۂ جواب ہے اب دوسرے سوال کا جواب سنئے! فرماتے ہیں:

''سو بایں نظر کہ اصل ایمان انقیاد و تذلل ہے جس کا

خلاصہ عبدیت ہے اور اصل کفر اباءً و امتناع ہے جس کا حاصل تکبر ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور مسیح دجال لعین میں تقابل نظر آتا ہے اس لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے حق میں فرماتے ہیں ''انی عبداللہ'' اور دجال لعین دعوائے الوہیت کرے گا، ادھر جس قسم کے خوارق مثل احیاءٔ موتیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے صادر ہوئے تھے اسی طرح کے خوارق اس مردود سے ہوں گے، پھر بایں ہمہ دعویٰ عبودیت، نصاریٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معبود بنالینا جمع کرنا ضدین، یعنی داعیہ ازالہ منکر و التزام منکر مذکور ہے پھر اس پر ان کا کیا گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا کیا ہے۔ اس لئے کہ اقتداءٔ انبیاءٔ سابقین بسید المرسلین تو معلوم ہی ہو چکا، پھر دعویٰ عبودیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس بات پر شاہد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہ نسبت حضرت اقدس سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نائب خاص ہیں............ اور شاید یہی وجہ ہے کہ حسب ارشاد آیت ہدایت بنیاد ''**واذ قال عیسی ابن مریم یا بنی اسرائیل انی رسول اللہ الیکم مصدقاً لما بین یدی من التوراۃ و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد.**'' منصب بشارت آمد آمد سرور انبیاءٔ علیہم السلام پر مامور ہوئے۔

گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے اتباع کو آپ کے حق میں مقدمۃ الجیش سمجھئے، چنانچہ انجام کار شامل حال امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہو کر غنیم اکبر دجال موعود کو قتل کرنا زیادہ تر اس کا شاہد ہے۔

اس لئے کہ وقت اختتام سفر و مقابلہ غنیم و بغاوت
سپاہیان مقدمۃ الجیش بھی شریک لشکر ظفر پیکر ہو جاتے ہیں۔"

(آب حیات ص:۱۵۶،۱۵۷ مطبع قدیمی دہلی)

حضرت قدس سرہ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بمقابلہ دجال لعین لانے کے جتنے وجوہ پیش فرمائے ہیں ان میں سے ہر ایک شرح و تفصیل کا خواستگار ہے اور اس موضوع پر ایک تفصیلی رسالہ تیار ہو سکتا ہے مگر میں یہاں حضرت کے اقتباس پر ہی اکتفا کرنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ ایک مستقل موضوع ہے میں اس تحریر کو حضرت قدس سرہ کے ایک جملہ پر ختم کرتا ہوں:

"حاصل مطلب یہ ہے کہ خاتمیت زمانی سے مجھ کو انکار نہیں بلکہ یوں کہیے منکروں کے لئے گنجائش انکار نہ چھوڑی، افضلیت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے والوں کے پاؤں جمادیئے۔

اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کسی کو نہیں سمجھتا۔"

(مناظرہ عجیبہ ص:۷۱ مکتبہ قاسم العلوم لانڈھی کراچی)